جملہ حقوق غیر محفوظ

کتاب : حرام کی کمائی سے کس طرح پرہیز کریں؟

مصنف : مولانا غیاث احمد رشادی

صفحات : ﴿۴۸﴾

تعداد اشاعت : ایک ہزار

کمپیوٹر پروسس : محمد مجاہد خان، رشادی کمپیوٹر سنٹر، نزد یونیک ہائی اسکول، قدیم ملک پیٹ، حیدرآباد- فون:30909889

ناشر : مکتبہ سبیل الفلاح ایجوکیشنل اینڈ ویلفیر اسوسی ایشن، رجسٹرڈ-۶۷۵ نزد یونیک ہائی اسکول، واحد نگر، قدیم ملک پیٹ، حیدرآباد-انڈیا۔ ای۔میل:maktabasabeelulfalah@yahoo.com

قیمت : دس روپئے Rs.10/-

ملنے کے پتے

۱ مکتبہ سبیل الفلاح ایجوکیشنل اینڈ ویلفیر اسوسی ایشن، رجسٹرڈ نمبر-۶۷۵، نزد یونیک ہائی اسکول، واحد نگر، قدیم ملک پیٹ، حیدرآباد-فون:30909889

۲ ہندوستان پیپر ایمپوریم مچھلی کمان، حیدرآباد-

۳ حسامی بک ڈپو، مچھلی کمان، حیدرآباد-

۴ الاوراق پبلیشرز، کرما گوڑہ، حیدرآبادو

۵ کلاسیکل آٹوموٹیو، 324 C.M.H. Road، اندرانگر، بنگلور-

۶ ھدیٰ ڈسٹری بیوٹرس، پرانی حویلی روڈ، حیدرآباد-

۷ کمرشیل بک ڈپو، چارمینار، حیدرآباد-

اللہ کی روزی تلاش کرو

انسان جب ہوش سنبھالتا ہے اور کام کاج کے قابل بن جاتا ہے اور حد بلوغ کو پہنچتے پہنچتے اس کا شعور جاگ جاتا ہے تو جہاں اس پر اللہ کے حقوق ادا کرنا فرض ہوتا ہے وہیں اپنے جسم کا حق ادا کرنے نیز اپنے اہل وعیال کا پیٹ بھرنے کی خاطر طلب معاش میں محنت کرنا بھی اس پر فرض ہوجاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ سورۂ جمہ میں جہاں ایمان والوں کو اس بات کا حکم دیا گیا کہ وہ جمعہ کی اذان کے ساتھ ہی اللہ کے ذکر کی طرف دوڑیں، کاروبار چھوڑیں وہیں یہ حکم بھی دیا گیا کہ جب نماز جمعہ سے فارغ ہوجائیں تو زمین پر چلیں پھریں اور اللہ کی روزی کو تلاش کریں۔

فاذا قضیت الصلوة فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل الله واذکروا الله کثیرا لعلکم تفلحون ۔(ا ۔ الجمعه)

پھر جب تم زمین پر چلو پھرو اور خدا کی روزی تلاش کرو اور اللہ کو بکثرت یاد کرتے رہو تا کہ تم کو فلاح ہو۔

معلوم ہوا کہ اللہ کے احکامات کی رعایت کرتے ہوئے اس کی عبادت کرتے ہوئے اور اس کا ذکر کرتے ہوئے جب آدمی تلاش معاش کیلئے فکر کرتا ہے اور اس کیلئے دوڑ دھوپ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کا اعلان ہے کہ وہ ضرور فلاح (کامیابی) پائے گا۔

اسلام میں تجارت محبوب اور پسندیدہ ہے احادیث میں سچے اور امانتدار تاجروں کے بارے میں بشارتیں وارد ہوئی ہیں لیکن تجارت کرتے ہوئے اس بات کا لحاظ ضروری رہنا چاہئے کہ تاجر تجارت کو اپنے اوپر سوار نہ کرلے بلکہ تجارت پر خود سوار رہے، تجارت میں مصروف ہوجانے کی یہ شکل وصورت ہرگز نہ ہو کہ اللہ کے احکامات کی کوئی پرواہ نہ رہے کہ تجارت کے ہانہ نمازیں بھی چھوڑ دے، روزے بھی چھوڑ دے، بلکہ اللہ اور اس کے رسول کے اطاعت کو مقدم رکھا جائے اور تجارت کو ثانوی درجہ دیا جائے۔

یہی وجہ تھی کہ دور رسالت میں ایک واقعہ پیش آیا اور اس واقعہ کی بنیاد پر مسلمانوں کو متنبہ کیا گیا کہ انہیں تجارت اور لہو ولعب کی وجہ سے اللہ کے ذکر سے غافل نہیں ہونا چاہئے۔

واقعہ یہ ہوا کہ ابتداء اسلام میں نماز جمعہ پہلے ہوتی تھی اور خطبہ بعد میں دیا جاتا تھا، ایک مرتبہ آپ ﷺ حسب دستور خطبۂ جمعہ دے رہے تھے کہ ایک تجارت قافلہ مدینۂ طیبہ کے بازار پہنچا اور ڈھول باجہ وغیرہ سے اس کا اعلان ہونے لگا، یہ آواز سن کر بہت سے صحابۂ کرام بازار چلے گئے جبکہ آپ ﷺ خطبہ دے رہے تھے، چونکہ نماز ہو چکی تھی اس لئے صحابۂ کرام نے یہ سوچ کر کہ نماز ہو چکی ہے خطبہ فرض تو نہیں بازار چلے گئے، اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

واذا راوا تجارة او لهون انفضوا اليها و تركوك قائما قل ما عند الله خير من الهو ومن التجارة والله خير الرازقين ۔ (الجمعه)

وہ لوگ جب کسی تجارت یا مشغولی کی چیز کو دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑنے کیلئے بکھر جاتے ہیں اور آپ کو کھڑا ہوا چھوڑ کر جاتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ جو چیز خدا کے پاس ہے وہ ایسے مشغلہ اور تجارت سے بدرجہا بہتر ہے اللہ سب سے اچھا روزی پہنچانے والا ہے۔

اس آیت کے ذریعہ مومنوں کو یہ تعلیم دی گئی کہ تجارت اگرچہ کہ جائز ہے لیکن نماز جمعہ اور خطبۂ جمعہ کے بعد ہی ہے، اللہ کے حکموں کو پیش نظر رکھتے ہوئے تجارت کرنا پسندیدہ ہے جبکہ اللہ کے احکامات کو چھوڑ کر تجارت کرنا بندگی کے خلاف ہے۔

اس آیت سے یہ بھی بتا دیا گیا کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ اس تجارت اور ڈھول باجوں سے بہتر ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عبادت کی برکت سے تجارت میں بھی برکت دے دیں گے اور آخرت کا ثواب تو ہے ہی۔

تلاش ماش کیلئے بحری سفر

حقیقی خالق و رازق نے انسانوں کو صرف رزق حاصل کرنے کا حکم نہیں دیا ہے بلکہ رزق حاصل کرنے کے اسباب و ذرائع بھی پیدا کر دیئے ہیں انسان اگر زمین و آسمان کی پیدائش پر غور کرے گا تو رزق کے جتنے اسباب و ذرائع ہیں ان کی شکلیں اور صورتیں کھل کر سامنے آ جائیں گی۔

قرآن مجید میں تلاش معاش کا ایک اہم ذریعہ بیان کیا گیا ہے۔

ربکم الذی یزجی لکم الفلک فی البحر لتبتغوا من فضله انه کان بکم رحیما ۔ (٦٦ ۔ بنی اسرائیل)

تمہارا رب ایسا منعم ہے کہ تمہارے نفع کیلئے کشتی کو دریا میں لے چلتا ہے تا کہ تم اس کے ذریعہ رزق کی تلاش کرو بے شک وہ تمہارے حال پر بڑا مہربان ہے۔

تقریباً ہر زمانہ میں بحری سفر کے ذریعہ لوگوں نے بڑی بڑی تجارتیں کی ہیں، اس وقت جبکہ ہوائی جہازوں کا نام و نشان تک نہ تھا ایک ملک سے دوسرے ملک کو لوگ تجارت کی غرض سے بحری جہازوں کے ذریعہ سفر کیا کرتے تھے اور آج بھی جب کہ تاجر حضرات ہوائی جہازوں کا سفر کرتے ہیں مگر ان کی تجارت کا بیشتر سامان بحری جہازوں سے ایک ملک سے دوسرے ملک کو منتقل ہوتا ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی شان قدرت ہے دیکھئے کہ وہ کس طرح اتنے وزنی جہازوں کو جو پہاڑوں کی مانند ہوتی ہیں کس طرح سمندر کی سطح پر چلاتا ہے، قدرت کے اس کرشمہ کو سورہ روم، جاثیہ، بنی اسرائیل اور نحل وغیرہ میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

و ری الفلک مواخر فیه ولیتبتغوا من فضله و لعلکم تشکرون (١۴ ۔ النحل)

اور تو کشتیوں کو دیکھتا ہے کہ اس دریا میں اس کا پانی چیرتی ہوئی چلی جا رہی ہیں اور تا کہ تم خدا کی روزی تلاش کرو اور شکر کرو۔

دروازہ اسی لئے تیار کیا جاتا ہے کہ اس کے ذریعہ مکان میں داخل ہوں ، اور راستہ بھی اسی لئے تیار کیا جاتا ہے کہ اس کے ذریعہ منل کو پالو۔ اسی طرح یہ روزی کے جو اسباب اللہ تعالیٰ نے بنا رکھے ہیں اسی لئے تا کہ اللہ کے بندے ان اسباب کو اختیار کریں، اور معاش حاصل کریں خود بھی کھائیں خوش رہیں اور اپنے متعلقین کو بھی کھلائیں خوش کریں اور مسکینوں ار حاجت مندوں کو بھی حسب استطاعت کھلائیں ، اور پھر اللہ کی اس نعمت کا شکر کریں کہ اس نے ایسی روزی دی جس سے خود ان کا پیٹ بھی بھر گیا اور ان کے اہل وعیال کا بھی اور ان کی اس محنت سے مسکینوں کی ضرورت بھی پوری ہوگئی۔

دن کو روشن کیوں بنایا گیا؟

اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بے حساب نشانیاں ہیں، جن میں دن اور رات بھی قدرت ہی کی دونشانیاں ہیں جن کا ثبوت قرآن مجید کی اس آیت سے ملتا ہے کہ:

و جعلنا الیل و النھار آیتین فمحونا آیۃ الیل و جعلنا آیۃ النھار مبصرۃ لتبتغوا فضلا من ربکم و لتعلموا عدد السنین والحساب وکل شیئی فصلناہ تفصیلا (۲ ۔ بنی اسرائیل)

ہم نے رات اور دن کو دونشانیاں بنایا سو رات کونشانی کو ہم نے دھندلا بنایا اور دن کی نشانی کو روشن بنایا تا کہ اپنے رب کی روزی تلاش کرو اور برسوں کا شمار اور حساب معلوم کرلو اور ہم نے ہر چیز کو خوب تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

انسانوں اور دیگر مخلوقات کی راحت وصحت کیلئے جس طرح رات کی تاریکی ضروری ہے اسی طرح دن کی روشنی بھی ضروری ہے رات کی تاریکی اس لئے ضروری ہے کہ آدمی دن بھر کی تھکان کو دور کرنے کیلئے اپنی نیند اور آرام مکمل کرسکے ۔ چنانچہ سارا عالم اسی رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر سو جاتا ہے۔

اور دن کو روشن کرنے میں دو حکمتیں مذکورہ آیت میں بیان کی گئی ہیں، پہلی حکمت یہ

ہے کہ دن کی روشنی میں آدمی اپنی روزی تلاش کرسکتا ہے، محنت مزدوری، صنعت وحرفت، ملازمت وتجارت، تعلیم وتعلم وغیرہ میں بآسانی مصروف رہ سکتا ہے، اور دوسری حکمت یہ ہے کہ دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن مسلسل آنے جانے سے ہفتوں، مہینوں اور سالوں کا حساب بھی لگایا جاسکتا ہے اور اس حساب سے خرید وفروخت، ادائیگی فرض و قرض اور وعدوں کے کرنے اور پورا کرنے میں سہولت وغیرہ مل جاتی ہے، اگر دن اور رات کا نظام نہ ہوتا تو آپس کے معاملات میں وقت کے تعین میں مشکلات پیش آتیں۔

بہرحال اللہ تعالیٰ نے تو رزق کے اسباب پیدا فرمادیئے ہیں اب انسان کا کام ہے کہ ان اسباب کو اختیار کرے اور روزی حاصل کرنے کی جستجو کرے۔

یہ اللہ کی تقسیم ہے

اکثر لوگوں کو یہ اعتراض کرتے ہوئے دیکھا اور سنا گیا کہ ہم مسلمان ہیں نیکوکار ہیں، پنج وقتہ نمازی ہیں، دین وشریعت کے پابند ہیں، مطیع وفرمانبردار ہیں، حلال وحرام میں تمیز کرنے والے ہیں لیکن اس کے باوجود ہم کو دولت کم ملتی ہے جب کہ وہ لوگ جو کافر، فاسق اور فاجر ہیں، باطل مذہب کو اپنائے ہوئے ہیں، نافرمان وسرکش ہیں، حلال وحرام کی انہیں کوئی تمیز نہیں ان کو دولت بہت ملتی ہے کبھی کبھی ان پر حسد کرنے لگتے ہیں یا ان پر رشک کرنے لگتے ہیں یقیناً ان کا یہ سوال واجبی ہے لیکن یہ سوال درحقیقت اس وجہ سے پدا ہوا کہ وہ اللہ کے ایک قانون سے واقف نہیں ہیں وہ قانون یہ ہے کہ جب اللہ کا کوئی مجرم بندہ نافرمانی اور سرکشی می حد سے بڑھ جاتا ہے اور آخرت اور اللہ کے احکامات سے لاپرواہ ہوجاتا ہے اور وہ اپنی دولت ہی میں مست رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے سخت ناراض ہوکر کبھی کبھی ایسا بھی کرتے ہیں کہ اس کی رسی کو اور دراز کردیتے ہیں اور کچھ مدت کیلئے نعمتوں کے دروازے اس پر کھول دیتے ہیں تاکہ وہ اور زیادہ اطمینان اور سرمستی کے ساتھ اس خدا فراموشی اور سرکشی میں آگے بڑھتا رہے اور اس کو اپنی سرکشی کی زیادہ

سے زیادہ سزا ملے، بظاہر یہ دولت اس کیلئے نعمت کا درجہ رکھتی ہے اور سب اس پر رشک و حسد کرنے لگتے ہیں حالانکہ وہی دولت اس کی ذلت، ناکامی و رسوائی اور دوزخ میں جھونک دیئے جانے کا ذریعہ بن جاتی ہے اس کی ایک مثال یوں بھی دی جاسکتی ہے کہ وہ مجرم جس پر قتل کا مقدمہ ہو اور اس پر پھانسی کا فیصلہ صادر کیا گیا ہو، تو پھانسی کے دنوں سے کچھ دنوں پہلے سے ہی اس پر بہت سی رعایتیں دی جاتی ہیں اس کی خواہش کی تکمیل کی جاتی ہے ایسے مجرم کے بارے میں کوئی شخص رشک نہیں کرتا کہ کتنے مزے میں ہے کہ اس کی ہر خواہش پوری کی جارہی ہے بلکہ ہر شخص جانتا ہے کہ چند دن کی یہ نعمت ہے پھر تو پھانسی کی مصیبت ہے اسی طرح کافروں کا بھی حال ہے۔

اس لئے مومنوں اور مسلمانوں کو یہ بات ذہن میں رکھنا چاہئے کہ جو کچھ اس کے بندوں کو مل رہا ہے وہ اس کی تقسیم ہے۔

اس لئے مومنوں اور مسلمانوں کو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ جو کچھ اس کے بندوں کو مل رہا ہے وہ اس کی تقسیم ہے۔

نحن قسمنا بينهم معيشتم

ہم ہی نے ان کے درمیان ان کی معیشت کو تقسیم کر رکھا ہے

بندگی کا اصل تقاضا بھی یہ ہے کہ حصول رزق کیلئے وہ کوشش کرے گا اور جو کچھ اکو مال و دولت ملے اس پر وہ دل سے راضی بھی ہوگا یہی وجہ ہ کہ بندہ زبان سے کہتا ہے کہ

رضيت بالله ربا و بالاسلام دينا و بمحمد نبيا

میں اللہ کے رب ہونے پر راضی ہوگیا اسلام کے دین ہونے پر راضی ہوگیا اور محمد نے نبی ہونے پر راضی ہوگیا۔

جس طرح شاگرد کسی کو اپنا استاد بنالیتا ہے تو اس بات پر راضی رہتا ہے کہ وہ جس طرح چاہے پڑھائے، اس کی تعلیم کے انداز پر راضی رہتا ہے اسی طرح بندے کو چاہئے کہ طلب معاش میں لگا رہے جس قدر بھی نفع ملے اس پر راضی ہوجائے یہی بندگی کا کمال ہے۔

نجات اسی میں ہے کہ دوسروں کے مال و دولت پر نظر رکھنے اور ان پر رشک کرنے کے بجائے اپنے رزق کے اسباب کو چستی، محنت اور ہمت س استعمال کرے اور نظر خالق پر رکھے جس کے ہاتھ میں نفع ہے اور دوسروں کے مال پر حسد اور رشک نہ کرے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

لا تغبطن فاجرا فانک لاتدری ماھو لاق بعد موته ان له عندالله قاتلا لا یموت یعنی النار

تم کسی بدکار پر کسی نعمت اور حوش حالی کی وجہ سے کبھی ہرگز رک نہ کرنا تم کو معلوم نہیں ہے کہ مرنے کے بعد اس پر کیا مصیبت پڑنے والی ہے۔ اللہ کے یہاں یعنی آ حرت میں اس کیلئے ایک ایسا قاتل ہے جس کو کبھی موت نہیں یعنی دوزخ کی آگ۔

دنیا انسان کیلئے کس قدر ضروری ہے؟

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں دنیوی نعمتیں اور راحتیں رکھی ہیں اور آخرت میں بھی اخروی نعمتیں اور راحتیں رکھی ہیں، دونوں نعمتوں میں واضح فرق یہ ہے کہ دنیا کی نعمتیں نقد اور حاضر ہوتی ہیں جبکہ آخرت کی نعمتیں ادھار اور غائب رہتی ہیں، حقیقت اور گہرائی سے نا آشنا لوگ نقد اور حاضر چیز کو اُدھار اور غائب چیز کے مقابلہ میں پسند کرتے ہیں، محاورہ مشہور ہے کہ کل کی مرغی سے آج کی دال بہتر ہے، یہ اس شخص کی سطحی سوچ ہے جو بصیرت سے محروم ہے، ایک گہری سوچ اور انجام پر نظر رکھنے والا یہی کہے گا کہ دائمی نعمت عارضی نعمت سے بہتر ہوتی ہے، دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے والوں کو سورۃ الاعلیٰ میں تنبیہ کی گئی ہے کہ:

بل توثرون الحیوۃ الدنیا والاخرۃ خیرو ابقی

بلکہ تم دنیوی زندگی کو مقدم رکھتے ہو حالانکہ آخرت بدرجہا بہتر اور پائدار ہے۔

بہرحال دنیا میں دنیا کو استعمال کرنا اور دنیا کو برتنا اور دنیا کو آخرت کی اس منزل پر پہنچنے کیلئے سیڑھی کے طور پر استعمال کرنا درست بلکہ پسندیدہ بھی ہے لیکن سب کچھ دنیا ہی کو

سمجھ بیٹھنا اور دنیا کی فکر میں آخرت کو فراموش کر دینا، عارضی نعمت و دولت کی خاطر باقی و دائمی نعمت و دولت کو پس پت ڈال دینا درست نہیں۔

مولانا جلال الدین رومی نے دنیا کے بارے میں ایک بہت ہی خوصورت مثال دی ہے کہ دنیا کی مثال پانی جیسی ہے اور انسان کی مثال کشتی جیسی ہے اگر آپ کتی کو پانی کے بغیر چلانا چاہیں تو وہ کشتی چل نہیں سکتی تو جس طرح کشتی کیلئے پانی کا ہونا ضروری ہے اسی طرح انسان کیلئے دنیا کا ہونا ضروری ہے اس حد تک تو دنیا انسان کیلئے ضروری ہے لیکن اگر یہ پانی کشتی کے اندر گھس آئے تو وہ کشتی کیلئے فائدہ مند ہونے کے بجائے کشتی کو ڈبو دے گا، اسی طرح اگر یہ دنیا انسان کے دائیں بائیں آگے پیچھے رہے تو ٹھیک ہے لیکن اگر یہ دنیا انسان کے دل میں آجائے اس طرح کہ دنیا کی محبت، اس کے حاصل کرنے کی فکر، اس کے چھوٹ جانے کا غم دل و دماغ میں اس طرح بس گیا ہے کہ اس کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا تو اب یہی دنیا وبال جان بن جائے گی، یہی دنیا انسان کو آخرت کے اعتبار سے ڈبو کر رکھ دے گی پھر تو یہ آیت اس پر صادق آجائے گی کہ:

وما الحیوۃ الدنیا الا متاع الغرور (آل عمران۔ ۱۸۵)

یہ دنیا کی زندگی دھوکے کا سامان ہے۔

کشتی کیلئے جس قدر پانی کی ضرورت ہے اس کے بقدر انسان کیلئے دنیا کی ضرورت ہے اس سے زیادہ کی حرص تباہی ہے۔

دولت ہو مگر تقویٰ کے ساتھ

فی نفسہ مال و دولت، روپیہ پیسہ، جائیداد وغیرہ برے نہیں ہیں، اگر مال و دولت کی وجہ سے آدمی آخرت سے غفلت کر رہا ہو تو یہی مال و دولت اس کیلئے وبال ہے اور اگر اسی مال و دولت کو صحیح مصرف میں خرچ کر رہا ہو اور اللہ کے احکامات سے غافل بھی نہ ہو رہا ہو اور دولت کی وجہ سے اس کے تقویٰ میں کمی نہیں آرہی ہو تو بس یہ دولت اس کیلئے بہت بڑی نعمت ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ ایک صحابیؓ نے دور رسالت اایک واقعہ بیان کیا ہے کہ ہم چند آدمی ایک مجلس میں بیٹھے تھے، حضور ﷺ بھی وہیں ہمارے پاس تشریف لائے، اور آپ ﷺ کے سرمبارک پر اس وقت پانی کا اثر تھا یعنی معلوم ہوتا تھا کہ آپ نے ابھی غسل فرمایا ہے تو ہم میں سے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم محسوس کرتے ہیں کہ اس وقت حضور ﷺ کا مزاج اچھا اور دل بہت خوش ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہاں! الحمدللہ ایسا ہی ہے، پھر اہل مجلس دولت مندی اور دنیوی خوشی کا کچھ تذکرہ کرنے لگے کہ وہ اچھی چیز ہے یا بری، دین اور آخرت کیلئے مضر ہے یا مفید؟ تو آپ ﷺ نے عرض کیا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے اس کیلئے مالداری میں کوئی مضائقہ اور حرج نہیں اور صحتمندی صاحب تقویٰ کیلئے دولت مندی سے بھی بہتر ہے اور حوش دلی بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ہے۔

اس لئے کہ اگر تقویٰ ہوگا تو مال و دولت حلال طریقے سے کمائے ا، اور اسراف کرنے کے بجائے سیدھے راستوں میں خرچ کرے گا، اگر تقویٰ ہوگا تو پھر ضرورت مندوں، حاجتمندوں، مسکینوں، یتیموں اور بیواؤں پر رحم و کرم کرے گا اور ان کی ضروریات پر اپنی دولت کو لٹائے گا اور اگر تقویٰ ہوگا تو اللہ کے احکامات سے غافل نہیں ہوگا اس لئے کہ اس کا تقویٰ اس کیلئے بریک کا کام دے گا۔

حضرت سلیمانؑ کا ایک واقعہ

وہ دولت جو آدمی کو اللہ کے ذکر سے غافل کردے، اور اللہ کے احکامات بجالانے میں رکاوٹ بن جائے یقیناً شریعت کی نگاہ میں ناپسند ہے، انبیاء کرامؑ جنھوں نے ہمیشہ اپنی زبان کو یاد الٰہی میں تر رکھا اور جن کی زندگی اقوام عالم کیلئے چراغ کی حیثیت رکھتی ہے، جنھوں نے موجودہ اور آنے والی نسلوں کو اپنے ایک ایک واقعہ سے غیر معمولی درس دیا ہے ان میں ایک واقعہ حضرت سلیمانؑ کا بھی ہے جس سے ان کی فکر آخرت اور ذکر الٰہی کا جبہ

معلوم ہوتا ہے واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک روز حضرت سلیمانؑ گھوڑوں کے معائنہ میں اس قدر مہنمک ہوگئے کہ عصر کا وقت جو نماز پڑھنے کا معمول تھا فوت ہوگیا اور سورج غروب ہوگیا، اس انہاک پر سخت افسوس ہوا کہ مال (گھوڑوں) کی محبت نے یاد الٰہی سے غافل کردیا لہذا اس کی تلافی کرنی چاہی اور گھوڑوں کو طلب کیا اور ان کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے قربان کر کے مساکین میں تقسیم کردیا، اس واقعہ کو پڑھ کر کسی کو یہ اعتراض نہیں کرنا چاہیئے کہ انہوں نے گھوڑوں کو ذبح کیوں کردیا؟ اس لئے کہ حضرت سلیمانؑ نے یہ قربانی پیش کی تھی جو مالی صدقہ تھا جو بطور کفارہ اللہ کی راہ می تقسیم کردیا تھا اور اللہ کی خوشنودی کیلئے قربانی پیش کرنا ہر مذہب میں عبادت سمجھا جاتا ہے۔

واقعہ کو پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ دولت ایسی نہیں ہونی چاہئے کہ وہ دینی احکامات پر عمل کرنے میں مانع اور رکاوٹ بن جائے، اس قسم کے واقعات حضور ﷺ کی زندگی میں بھی ملتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ کی خدمت میں نقش ونگار کی ہوئی شامی چادر ہیدیا آئی آپ ﷺ نے اس چادر میں نماز ادا کی پھر آپ ﷺ حجرہ میں تشریف لائے اور حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ یہ چادر واپس کردو کیونکہ نماز میں قریب تھا کہ اس کے نقش ونگار مجھے فتنہ میں ڈال دیتے۔

اسی طرح حضرت ابوطلحہؓ ایک مرتبہ اپنے باغ میں نماز پڑھتے ہوئے ایک پرندے کو دیکھنے میں مشغول ہوگئے کہ وہ درختوں کی کثرت کی وجہ سے باہر نکلنے میں وقت محسوس کررہا تھا جس سے نماز کی طرف دھیان نہ رہا پھر حضرت ابوطلحہؓ نے وہ پورا باغ صدقہ کردیا۔

کسب معاش کی چار صورتیں

(ا) کسب (کمانا) بعض صورتوں میں فرض اور مستحب بھی ہے اور بعض صورتوں میں مباح اور حرام بھی، اتنا کمانا کہ کمانے والے اور اس کے اہل وعیال کی معاشی ضروریات پورے ہوجائیں اور اس کے ذمہ اگر قرض ہو تو وہ بھی ادا ہوجائے تو اتنی مقدار

میں کمانا فرض ہے، اگراس صورت میں اس نے کمانے سے جی چرایا اوراس میں غفلت کی تو فرض کو چھوڑنے کا گناہ اور وبال اس پر ہوگا۔

(۲) اور اتنا کمانا کہ کمانے والے اور اس کے اہل وعیال کی معاشی ضروریات سے زائد ہوتو وہ مستحب ہے بشرطیکہ زائد کماتے ہوئے یہ نیت ہو کہ جو کچھ بچے گا وہ فقراء ومساکین اور دوسرے مستحق رشتہ داروں پر خرچ کرے گا۔

(۳) اور معاشی ضروریات سے زیادہ کمانا اس ارادے سے کہ اپنی شان وشوکت اور اپنے وقار وتمکنت کی حفاظت ہوتو ایسی صورت میں مباح ہے، مباح کا مطلب جائز اور درست کے ہیں۔

(۴) اور اس نیت سے کمانا کہ مال ودولت کر کے لوگوں پر فخر وغرور کا اظہار کرے گا، لوگوں میں اپنے آپ کو بڑا بتلانے کی غرض سے گھمنڈی بن کر کمانا اگرچہ کہ حلال ذریعہ سے ہو مگر حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ چوتھی صورت سے بچائے۔

کسب معاش کی فضلیت

روزی روٹی کی تو ہر ایک کو ضرورت پڑتی ہے، اور ہر آدمی کے ماتحت اوسطاً پانچ چھ افراد تو ہوتے ہی ہیں جن کے روٹی کپڑے اور مکان کی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے ایک آدمی کو محنت کرنی پڑتی ہے، شریعت نے اسی لئے ایسے آدمی کو جو اپنے لئے اور اپنے اہل وعیال کیلئے روزی کمانے کی فکر کرتا ہو اور اس میدان میں محنت ومشقت اٹھاتا ہو خوشخبریاں سنائی ہیں۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ تشریف فرما تھے کہ صبح سویرے ایک طاقتور نوجوان ادھر سے گزرا اور ایک دکان میں چلا گیا، صحابہؓ نے فرمایا کاش یہ اس قدر سویرے اللہ کی راہ میں اُٹھ کر جاتا، حضور ﷺ نے فرمایا ایسا نہ کہوں کیوں کہ اگر وہ اپنے آپ کو یا اپنے ماں باپ بیوی بچوں کو لوگوں سے بے پرواہ کرنے جاتا ہے تو اللہ کی راہ میں ہے اور اگر غرور وگھمنڈ

کرنے کیلئے اوراپنی مالداری کو ظاہر کرنے کیلئے جاتا ہے تو شیطان کی راہ میں ہے۔

نیز حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص لوگوں سے بے پرواہ ہونے یا اپنے پڑوسیوں اور عزیزوں کے ساتھ بھلائی کرنے کی غرض سے دنیا میں حلال مال طلب کرتا ہے قیامت کے دن اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح منور و تاباں ہوگا۔

حضرت عیسیٰؑ نے ایک شخص کو دیکھا تو پوچھا کہ تو کیا کام کرتا ہے اس نے کہا عبادت کرتا ہوں پوچھا روزی کہاں سے کھاتا ہے عرض کیا کہ میرا ایک بھائی ہے وہ مجھے روزی مہیا کرتا ہے، حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ تیرا بھائی تجھ سے زیادہ عابد ہے۔

حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ بیٹا! کسب نہ چھوڑنا کہ جو شخص لوگوں کا محتاج ہوتا ہے اس کا دین تنگ ہو جاتا ہے عقل ضعیف ہو جاتی ہے، مروت زائل ہو جاتی ہے لوگ اسے حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ میں کسی جگہ اپنی موت کو اس سے زیادہ دوست نہیں رکھتا کہ میں بازار میں اپنے عیال کیلئے حلال مال طلب کرنے میں مصروف ہوں اور میری موت آجائے۔

امام اوزاعیؒ نے حضرت ابراہیم ادھمؒ کو دیکھا کہ لکڑیوں کا گٹھا گردن پر اٹھائے ہیں امام صاحب نے پوچھا آپ کا یہ کمانا کب تک رہے گا آپ کے مسلمان بھائی آپ کے اس رنج و تکلیف کو دور کر سکتے ہیں، فرمایا چپ رہو کہ حدیث میں ہے کہ جو کوئی طلب حلال کیلئے ذلیل جگہ کھڑا ہوگا اس کیلئے بہشت واجب ہو جاتی ہے۔

حضرت داودؑ کی محنت

حضور ﷺ نے اپنے ارشادات میں کئی مرتبہ انبیائے سابقہ کے اعمال، عادات و اطوار اخلاق و کردار کو نمونہ کے طور پر پیش کیا ہے، حضرت مقدام بن معدیکربؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کبھی کسی نے ہاتھ محنت کی مزدوری سے بہتر کوئی کھانا نہیں کھایا

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داودؑ اپنے ہاتھوں کی محنت سے کمائی ہوئی روزی کھاتے تھے۔(بخاری شریف)۔

حضرت داودگ وہ جلیل القدر پیغمبر ہیں جنہیں ایک طرف بادشاہت وحکومت دی گئی تھی تو دوسری طرف نبوت سے بھی سرفراز کیا گیا تھا، چونکہ حضرت داودؑ اپنی قوم کی خدمت کو حل کرتے تھے ان میں اللہ کے احکامات پہنچاتے تھے، جس کی وجہ سے ابتداء زمانہ میں بیت المال سے معاوضہ بھی لیتے تھے اس لئے کہ بیشتر وقت قوم کی حدمت میں صرف ہوتا تھا، حضرت داودؑ کی ایک عادت یہ بھی تھی کہ وہ اپنی حکومت می ں لوگوں سے اپنے بارے میں تجسس کیا کرتے تھے چنانچہ جو شخص ان کو نہیں پہچانتا اس سے وہ دریافت کرتے تھے کہ داود کیسا آدمی ہے؟ ایک دن ایسا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو آدمی کی صورت میں ان کے پاس بھیجا، حضرت داود نے آدمی سمجھ کر فرشتہ سے سوال کیا کہ داود کیسا آدمی ہے؟ فرشتہ نے جواب دیا کہ داود ہیں تو اچھے آدمی مگر اتنی بات ضرورت ہے کہ وہ بیت المال سے روزی کھاتے ہیں بس یہ سننا تھا کہ حضرت داودؑ کے دل و دماغ میں ایک بجلی کوندگئی فوراً اپنے پروردگار سے دعا کی کہ اے الہ العالمی ن! مجھے بیت المال سے بے نیاز کردے اور مجھے کوئی ایسا ہنر عطا کردے کہ جس سے میں اپنی روزی کماسکوں، اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں میں ایسی خاصیت عنایت کی کہ لوہا ان کے ہاتھوں میں پہنچتے ہی نرم ہوجاتا تھا جس سے وہ زرہ بناتے جو چار چار ہزار درہم میں فروخت ہوتی تھی۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ آدمی اپنی روزی حود تلاش کرے اپنی روزی خود کمانے والا کسی کا محتاج نہیں رہتا اور وہ باوقار زندگی گزارسکتا ہے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اپنے اہل وعیال کیلئے حلال خرچ حاصل کرنے کی فکر میں متفکر اور مغموم ہوکر رات گزارے تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جہاد میں تلوار کے ہزار وار کرنے سے زیادہ افضل ہے۔

حضور ﷺ نے ایک صحابی سے فرمایا تم خدا کی خوشنودی کیلئے جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو قیامت کے روز اس کا اجر وثواب تم کو دیا جائے گا، یہاں تک کہ اس ایک لقمہ کا بھی جو تم نے اپنی بیوی کے منہ میں دیا۔

توّکل کا حقیقی مطلب

بعض لوگ جو علم نبوی میں کامل نہیں ہوتے توّکل کا مطلب سمجھنے میں غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں اور روزی کے اسباب و وسائل کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے اپنا وقت ضائع کرنے لگتے ہیں کہ بھائی اللہ پر توکل کرو یہ سب تجارت، زراعت سب چھوڑ دو اللہ مالک ہے وہی دیکھ لے گا اس قسم کے الفاظ بظاہر خوشنما اور پرہیز گاری پر مبنی معلوم ہوتے ہیں لیکن اصل تقویٰ اور توّکل اس صورت وشکل کا نام نہیں ہے۔توّکل کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ آدمی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے، اور اس انتظار میں رہے کہ اس کیلئے غیب سے سب سامان ہو جائے گا، آدمی کا فرض یہ ہے کہ وہ خدا کے دیئے ہوئے اسباب و ذرائع کو کام میں لائے اور نتائج کو اللہ کے حوالے کر دے یہی توّکل کا حقیقی مطلب ہے جو دین میں مطلوب ہے۔

دینے والی ذات یقیناً اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہے لیکن وہ آسمان سے بالراست سونا چوندی، ہیرے موتی، اناج ترکاریاں، میوے وغیرہ اس طرح نہیں اُتارتے کہ میدان میں لوگ کھڑے ہو جائیں اور اپنی اپنی پسند کی چیز لے کر چلے جائیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے دینے میں پردہ داری کی ایک شان پائی جاتی ہے۔

توکل یہی ہے کہ آدمی رزق کے ذرائع، اسباب ووسائل یعنی تجارت، زراعت، صنعت وحرفت، محنت مزدوری اور ملازمت وغیرہ کو اتیار کرے اور نظر اللہ تعالیٰ کی طرف رہے۔

وعلى الله فليتوكل المؤمنون

اور ایمان والے تو اللہ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں

ومن يتوكل على الله فهو حسبه

اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ اس کیلئے کافی ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں اونٹنی کو باندھ کر توکل اختیار کروں یا اسے چھوڑ کر توکل کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اسے باندھو پھر توکل اختیار کرو۔

حضور ﷺ نے توکل کیلئے یہ شرط بتلادی کہ پہلے ظاہری اسباب کو اختیار کیا جائے گا پھر اللہ پر بھروسہ کیا جائے گا، اس لئے کہ یہ عین ممکن ہے کہ ظاہری اسباب کے اختیار کرنے کے باوجود آدمی کو نقصان پہنچے کہ بعص مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ آدمی اپنے گھر کے دروازے کو قفل لگا دیتا ہے اس کے باوجود چوری ہو جاتی ہے تو توکل کا مطلب یہ ہے کہ پہلے گھر کے دروازے پر قفل لگا دیا جائے جتنی حفاظت کی ظاہری شکلیں ہیں ان کو اختیار کیا جائے پھر اللہ تعالیٰ پر توکل اور اعتماد کیا جائے کہ اللہ ضرور حفاظت فرمائیں گے۔

بیکار نہ رہئے

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو زندگی کا یہ طویل زمانہ عطا کیا ہے یہ بھی اللہ کی ایک نعمت ہے، اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنی دی گئیں نعمتوں کے بارے میں بھی پوچھ تاچھ کریں گے، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ بنی آدم کے قدم آگے نہ بڑھ سکیں گے جب تک کہ اس سے پانچ چیزوں کے بارے میں سوال نہ کیا جائے جن میں سے ایک چیز عمر بھی ہوگی کہ انسان سے پوچھا جائے گا کہ ہم نے جو تجھ کو عمر دی تھی اس کو تو نے کن کاموں میں لگایا، فرمانبرداری میں یا نافرمانی میں؟ عبادت میں یا سرکشی میں، طلب معاش میں یا بیکاری میں؟۔

اگر ایک آدمی نہ دین کا کام کرتا ہے نہ دنیا کا، اپنا قت برباد کرتا ہے، وہ وقت کی قدر نہیں کرتا تو اس سے بھی یہ پوچھا جائے گا کہ اس نے اپنی عمر کیسے کاٹی، قیامت کے دن کے حساب و مواخذہ کا خوف ہر ایمان والے کے دل میں ہونا چاہئے اور اسے اپنی آخرت

کو کامیاب بنانے کیلئے دینی اور دنیوی جائز مصروفیتوں میں اپنے آپ کو لگانا چاہئے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص تلاش رزق چھوڑ کر نہ بیٹھے اس حالت میں رزق کی دعا اللہ سے کرتا ہو تمہیں معلوم ہے کہ آسمان سونا چاندی نہیں برساتا، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں کسی آدمی کو بیکار دیکھنا مکروہ سمجھتا ہوں کہ جو نہ اپنے دین کے کام میں اور نہ دنیا کے کام میں مشغول ہو، اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر مومن عیالدار کو جو کوئی پیشہ کرتا ہو دوست رکھتا ہے اور تندرست مگر بے کار شخص کو پسند نہیں کرتا جو نہ دنیا کے کام میں ہو نہ دین کے کام میں۔

حضور ﷺ نے خود حضرت خدیجہؓ کا سامانِ تجارت لیکر ملک شام وغیرہ کا سفر فرمایا اور بنفس نفیس تجارت فرما کر اپنی اُمت کو اس بات کی تعلیم دی کہ آدمی بے کار نہ رہے بلکہ تجارت وغیرہ کرتا رہے۔

صحابۂ کرام نے کسب معاش کیلئے عموماً خشکی اور دریائی سفر کیا اور کھجوروں کے باغات میں محنت کی۔

بے حساب اولیاء کرام اور بے شمار بادشاہ ایسے گزرے ہیں جو ایک طرف عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے تو دوسری طرف اپنی روزی روٹی کی خاطر تجارت، صنعت وحرفت، زراعت ومزدوری کیا کرتے تھے اور اپنی اور اپنے اہل وعیال کی روزی کا انتظام کیا کرتے تھے۔

آج کا نوجوان

اُردو میں ایک محاورہ ہے کہ ''بے کار سے بے گار بھلی'' یعنی بے کار رہنے سے بغیر معاوضہ کے کام کرنا اچھا ہے، اگر آدمی بے کار رہنے کے بجائے کہیں بغیر معاوضہ کی ملازمت ہی اختیار کرے گا تو اس سے اس کو اس میدان کا تجربہ تو حاصل ہو جائے گا۔

بے کار رہنے والوں کیلئے ایک اور محاورہ بھی رہنمائی کرتا ہے کہ:

بے کار مباش کچھ کیا کر
کپڑے ہی ادھیڑ کر سیا کر

اس لئے کہ بے کار رہنے کا جب آدمی عادی ہو جاتا ہے تو پھر محنت کرنے کی ہمت پیدا نہیں ہوتی۔

آج کل شہری نوجوانوں کا خصوصاً اور دیہی نوجوانوں کا عموماً حال یہ ہے کہ جتنی تعلیم حاصل کرنی تھی حاصل کر لی (اور وہ بھی سرٹیفکیٹ کے حصول کی خاطر نہ کہ مہارت حاصل کرنے کی غرض سے) پھر جب تعلیم مکمل ہوگئی یا تعلیم سے جی اچاٹ ہوگیا تو یا تو بستر کے ہو کر رہ جاتے ہیں کہ جب تک جی چاہا بستر کو آباد کرتے رہے اور جب گھر سے جی اچاٹ ہوگیا تو سڑکوں، چوراہوں اور دوکانوں کے ہو کر رہ گئے اور پان چبانے اور سگریٹ پینے میں مصروگ ہوگئے اور آوارہ یاروں کی صحبت بے برکت میں سیاسی باتوں یا دوسرے لہو و لعب اور بے ہودگی میں منہمک ہوگئے اور جب رات کا ایک تہائی حصہ گمر گیا تو اپنے عزیزوں اور دوستوں اور شرخواہوں سے یہ کہہ کر رخصت ہوگئے کہ:

یار زندہ صحبت باقی

ادھر ان نوجوانوں کے ماں باپ ان کی فکر میں گھر رہے ہیں اس کی انہیں کوئی پرواہ نہیں، باپ دن بھر کی تجارت ملازمت میں حران و سرگردان ہے، اور ان کے مقتبل کی فکر ان پر سوار ہے مگر ان نوجوانوں پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

اکثر تعلیم یافتہ نوجوانوں سے جب یہ پوچھا جاتا ہے کہ آج کل آپ کی کیا مصروفیت ہے تو یہ نہیں کہتے کہ میں بیکار ہوں بکلہ یہ کہتے ہیں کہ باہر جانے کی کوشش میں ہوں، یقیناً خلیجی مما لک یا کسی بھی ملک جا کر روزگار کی تلاش کرنا بعض صورتوں میں پسندیدہ اور بعض صورتوں میں ناپسند ہے لیکن صرف باہر جانے کی رٹ لگانے میں رہ جانا اور اپنی ساری مصروفیتوں کو اسی بہانہ چھوڑ بھیٹنا ہرگز دست نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے عمر عزیز عطا کی ہو تو

ہر وقت محنت و جدت میں گزارنا چاہئے صرف امکانا شکلوں کا تصور جمائے نہیں بیٹھ جانا چاہئے، باہر جانے کی آپ ضرور کوش کیجئے لیکن اپنی مصرفیتوں کے ساتھ کوشش کیجئے تا کہ آپ یہاں رہنے کے ایام میں اپنے ماں باپ کیلئے بوجھ نہ بن جائیں۔

ہمت کا حامی خدا ہے

کسبِ معاش کیلئے سب سے بڑی رکاوٹ پست ہمتی ہے، پست ہمتی کسبِ معاش کیلئے زہر قاتل کا درجہ رکھتی ہے، تجارت، صنعت و حرفت، ملازمت اور زراعت وغیرہ جیسے بہت سے منصوبے اکثر و بیشتر محض اس وجہ سے ناکام ہوجاتے ہیں کہ آدمی اپنی ہمت کو بلند کرھنے کے بجائے پست ہمت ہوجاتا ہے، یہی وہ مرض ہے جس کی وجہ سے اکثر لوگ بے روزگار ہیں۔

آج کل بہت سے لوگ کسبِ معاش سے یا تو اس وجہ سے محروم ہیں کہ وہ بڑی تجارتوں میں ہاتھ ڈالنے کی ہمت نہیں کرتے یا چھوٹی تجارتوں میں لگنے کو عار محسوس کرتے ہیں، حالانکہ جتنے بڑے کاروباری آج تجارت میدان میں شہ سوار کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں یہ سب ماضی میں چھوٹے کاروباری تھے تجارت کی ابتداء می ں آدمی کو اپنی حیثیت سے کم درجہ پر بھی ٹھہرنا پڑتا ہے، پھر جب آدمی یہ قربانی دینے لگتا ہے تو پھر اس کی ہمت اور کسر نفسی کی وجہ سے دروازے کھلتے جاتے ہیں اور تجارت بڑھتی رہتی ہے۔

تجارت کے دوران اگر کوئی نقصان ہوجائے تو ہمت سے کام لینا چاہئے تحمل و بردباری سے ثابت قدم رہ کر اپنے کاروبار کو قائم رکھنے اور بڑھانے کی فکر کرنی چاہئے، ایسے وقت جلد بازی میں کئے گئے فیصلے نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں، اس لئے دانشمندی کا تقاضہ یہی ہے کہ اپنی ہمتوں کو بلند رکھا جائے اللہ کی مدد اور حمایت بھی ہمت کی بنیاد پر دی جاتی ہے ہمت ایک ظاہری سبب اور وسیلہ ہے اس کے پیچھے اللہ کی حمایت اور مدد ملتی ہے محاورہ مشہور ہے کہ

”ہمتِ مرداں مددِ خدا است“

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قوی مومن خدا کے نزدیک ایک ضعیف مومن سے بہتر ہے اور ہر ایک میں بھلائی پائی جاتی ہے، جو چیز تمہیں نفع پہنچائے اس کے حریص رہو اور اللہ سے مدد اور توفیق کے طلب گار رہو، اور عاجز نہ ہو، اگر تمہیں کوئی مصیبت پیش آئے تو یہ نہ کہو کہ اگر میں ایسا کرتا تو ایسا ہوتا بلکہ یہ کہو کہ اللہ نے یہی مقدر کیا تھا اور اس نے چاہا کیا، کیونکہ یہ لفظ ''اگر'' شیطان کے عمل کا دروازہ کھولتا ہے (مسلم) گزرے ہوئے حالات و حادثات پر رنج وغم میں مبتلا ہوکر اپنے وقت کو ضائع کرنا عقلمند نہیں، آدمی کو چاہئے کہ اللہ کے فیصلہ پر راضی رہتے ہوئے اپنی قوت اور توانائی کو مستقبل کی فکر میں خرچ کرے عقلمندی اس میں نہیں کہ آدمی یہ کہے کہ صبح گزر گئی بلکہ عقلمندی اسی میں ہے کہ آدمی یہ کہے کہ جلدی کرو شام ہونے والی ہے۔

مقررہ ذریعہ معاش کو نہ چھوڑیئے

جو کچھ روزی کے ذرائع آدمی کو نصیب ہوتے ہیں یہ سب اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتیں ہیں، مثلاً اللہ تعالیٰ نے تجارت کا سامان اور تجارت کا موقع اور مقام دے دیا یا اللہ تعالیٰ نے کوئی عہدہ عطا فرمایا جو کہ جائز ہو، یا اس کے علاوہ روزی کے حصول کا کوئی راستہ پیدا فرمادیا تو اپنی طرف سے ان مقررہ ذرائع معاش کو بغیر کسی حقیقی سبب اور عذر کے نہی چھوڑنا چاہئے، اس کی ایک مثال ہم کو صحابی رسول کے ایک واقعہ سے ملتی ہے۔

حضرت نافع کہتے ہیں کہ میں اپنی تجارت کا مال و اسباب تیار کرکے اپنے ملازموں اور وکیلوں کی سپردگی میں شام اور مصر بھیجا کرتا تھا پھر بعد میں ایک مرتبہ می ں نے اپنا تجارتی سامان عراق کی طرف بھیجنے کا ارادہ کیا اور ام المومنین ! میں پہلے اپنا تجارتی سامان شام بھیجا کرتا تھا مگر اب میرا ارادہ ہے کہ اپنا تجارتی سامان لیکر عراق کی طرف جاؤں یہ سن کر حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو تمہیں اور تجارت کو کیا ہوا ہے کہ تم شام کے سلسلۂ تجارت کو منقطع کرتے ہو؟ میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہیکہ جب

اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی کے رزق کا کوئی سبب کسی صورت میں پیدا کردے تو اس کو چھوڑنا نہیں چاہئے تا کہ اس میں کوئی تبدیلی پیدا ہو جائے یا نقصان پہنچنے لگے (احمد ابن ماجہ)۔

حضرت عائشہؓ نے حضور ﷺ کا جو ارشاد نقل کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کے رزق کا جو بھی جائز ذریعہ ہو مثلاً وہ سامان تجارت کہیں باہر بھیجتا ہو جس کے نفع سے اسے رزق حاصل ہوتا ہو تو وہ اس کو بلا سبب چھوڑے نہیں، ہاں اگر کوئی ایسا امر پیش آجائے جس کی بنا پر اس ذریعہ کو ختم کرنا ہی ضروری ہو، مثلاً نفع ہونا بند ہو جائے یا اصل مال میں نقصان واقع ہونے لگے تو ایسی صورت میں اسے چھوڑ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حصول معاش کا جو بھی ذریعہ مل جائے بشرطیکہ مباح اور جائز ہو تو چاہئے کہ اس کو اللہ کی ایک نعمت سمجھ کر اس پر قائم و برقرار رہیں اور بغیر کسی قوی سبب کے اس ذریعہ کو چھوڑ کر دوسرے ذریعہ کی طرف مائل نہ ہوں دنیا میں مختلف طبیعتوں اور مزاج کے لوگ ہوتے ہیں جن کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ناموافق حالات پیش آتے ہیں ایسے موقعوں پر جلد بازی میں مقررہ ذریعہ معاش کو چھوڑ دینے کے بجائے الجھے ہوئے مسئلہ کو حکمت و مصلحت کے ساتھ سلجھانے کی فکر کرے اور حتی المقدور اس ذریعہ پر قائم رہنے کی کوشش کرے، جب معاملہ حد سے زیادہ بگڑ جائے تو پھر دوسری راہ اختیار کرے، معمولی باتوں کو معمول سمجھنا چاہئے اور غیر معمولی اہمیت نہیں دینی چاہئے۔

حلال روزی کمایئے

اپنی معاشی ضروریات مثلاً روٹی کپڑے وغیرہ کو حاصل کرنے کیلئے کمانا اور پاک روزی حاصل کرنے کی غرض سے مختلف شکلوں کو اختیار کرنے کا نام کسب حلال ہے، کافر اور مومن میں معاملات کے اعتبار سے فرق یہی ہوتا ہے کہ کافر صرف کماتا ہے جب کہ مومن حلال کماتا ہے، یعنی مومن کے کمانے اور کافر کے کمانے میں واضح فرق یہ ہونا چاہئے کہ وہ حلال وحرام کے درمیان تمیز نہیں کرتا جب کہ مومن کی طبیعت اور فطرت میں یہ بات بیٹھ جائے

کہ وہ صرف کمانے کی دھن میں نہ رہے بلکہ کمانے کے دوران حلال وحرام کے درمیان تمیز اورفرق رکھے اسی معاملہ کی وجہ سے مومن دوسروں سے ممتاز ہوجاتا ہے۔

سورۂ مائدہ کی آیت نمبر﴿۸۸﴾ میں یہ کہا گیا ہے کہ:

فكلوا مما رزقكم الله حلالا طيبا واتقوا الله الذى انتم به مؤمنون

اور اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں تم کو دی ہیں ان میں سے حلال مرغوب چیزیں کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

اس آیت میں جہاں حلال چیزوں کے کھانے کا حکم دیا گیا وہیں تقویٰ کا حکم اس لئے دیا گیا کہ تقویٰ اور پرہیزگاری جس کے دل میں ہوتی ہے وہی شخص حرام سے گریز کرتا ہے اور حلال چیزوں کو اختیار کرتا ہے اور اگر دلوں سے اللہ کا خوف ہی ختم ہوجائے تو پھر حرام اور حلال کا فرق ہی اُٹھ جاتا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمام کمی اور عیوب سے پاک ہے اس پاک ذات کی بارگاہ میں صرف وہی مقبول ہوتے ہیں جو شرعی عیوب اور نیت کے فساد سے پاک ہوں یاد رکھو اللہ تعالیٰ نے جس چیز (یعنی حلال مال کھانے اور اچھے اعمال) کا حکم اپنے رسولوں کو دیا ہے اسی چیز کا حکم تمام مومنوں کو بھی دیا ہے چنانچہ حلال روزی کھاؤ اور اچھے اعمال کرو نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

يا ايها الرسل كلوا من الطيبات واعملوا صالحا

یعنی اے رسولو! حلال روزی کھاؤ اور اچھے اعمال کرو نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

يا ايها الذين آمنوا كلوا من الطيبات مارزقناكم

یعنی اے مومنو! تم صرف وہی پاک وحلال رزق کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا کیا ہے پھر آپ ﷺ نے (بطور مثال) ایک شخص کا حال ذکر کیا کہ وہ طول طویل سفر اختیار کرتا ہے پراگندہ بال اور غبار آلودہ وہ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھاتا ہے اور کہتا ہے اے میرے رب! اے میرے رب! یعنی وہ اپنے مقاصد کیلئے دعاء مانگتا ہے حالانکہ کھانا

اس کا حرام، لباس اس کا حرام لور پروش اس کی حرام (غذاؤں سے) ہوئی پھر کیوں کر اس کی دعا قبول کی جائے۔ (مسلم)

اس حدیث کے پہلے حصہ سے حلال کی فضیلت اور آخری حصہ سے حرام کے برے اثرات واضح طور پر معلوم ہو گئے۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اس حال میں دیکھنا پسند کرتا ہے کہ وہ حلال روزی طلب کرنے میں لگا ہوا ہو۔ (طبرانی)

حضور ﷺ نے تو حلال وحرام کے بارے میں ایک ایسی پیش گوئی کی تھی جو آج صدفی صد صادق آرہی ہے، حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی کو جو مال ملے گا اس کے بارے میں وہ اس کی پرواہ نہیں کرے گا کہ یہ حلال ہے یا حرام؟۔

آج کل باوجود مسلمان اور دیندار کہلائے جانے کے اُمت کا ایک کثیر طبقہ مال وزر بٹورنے کی ہوس میں اس قدر مبتلا ہے کہ حلال وحرام کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔

ہر کمانے والے کو چاہئے کہ وہ کسب معاش سے پہلے ان اصول وآداب کا علم حاصل کرے جن سے ان کی کمائی حلال دائرہ میں رہے جس طرح نماز روزہ زکوۃ اور حج کے مسائل شرائط و اصول کا علم حاصل کرنا ضروریہ ے اسی طرح روزی حاصل کرنے سے پہلے اس کا علم حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔

قرآن مجید احادیث شریفہ اور فقہ کی کتابوں کا مطالعہ کرنے سے حلال اور حرام چیز اور روزی حاصل کرنے کے حلال وحرام طریقے معلوم ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ اُمت کے ہر فرد کو حلال روزی حاصل کرنے کی توفیق بخشے۔

مشتبہ اور مشکوک چیزوں سے بھی بچیے

قرآن مجید اور ارشادات رسول کا مطالعہ کرنے والے اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ اسلام نے بعض چیزوں کے بارے میں صراحتاً فرمادیا ہے کہ وہ حلال اور پاکیزہ ہیں اور بعض چیزوں کے بارے میں واضح طور پر بتادیا گیا کہ وہ حرام اور نجس ہیں مثلاً:

احل الله البيع و حرام الربوا

یہاں تجارت کو حلال اور سود کو حرام بتایا گیا اس طرح حلال وحرام کی ایک لمبی فہرست فقہاء کرام نے آیات قرآنی اور احادیث شریفہ کی روشنی میں متعین فرمائی ہے۔

ان کے علاوہ بہت سی چیزیں اور بہت سے معاملات ایسے ہیں جن کا جائز یا ناجائز ہونا حلال یا حرام ہونا کسی صریح دلیل سے معلوم نہ ہوسکے گا، بلکہ دونوں کی گنجائش ہوگی ایک ہی چیز شریعت کے دوسرا اصول کے آئینہ میں حرام اور ناجائز ثابت ہوگی، ایسی چیزوں کو مشتبہ اور مشکوک چیز کہا جاتا ہے، ان چیزوں کے بارے میں احتیاط اور تقوی کا تقاضا ہے کہ ان سے بھی پرہیز کیا جائے، حضور ﷺ نے اس حقیقت کو یوں بیان فرمایا:

عن النعمان بن شرؓ قال قال رسول الله ﷺ الحلال بين الحرام بين و بينهما مشتبهات لا يعلمهن كثير من الناس فمن اتقى الشبهات استبرا لدينه و عرضه ومن وقع فى الشبهات وقع فى الحرام ـ (بخارى و مسلم)

حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو حلال ہے وہ واضح اور روشن ہے اور جو حرام ہے وہ بھی واضح اور روشن ہے ان دونوں کے درمیان کچھ چیزیں ہیں جو مشتبہ ہیں ان کو یعنی ان کے شرعی حکم کو بہت سے لوگ نہیں جانتے، پس جو شخص شبہ والی چیزوں سے بھی ازراہ احتیاط پرہیز کرے وہ اپنے دین اور اپنی آبرو کو بچالے گا اور بے داغ رہے گا، اور جو شخص شبہ والی چیزوں میں پڑے گا اور مبتلا ہوگا وہ

حرام کے حدود میں جا گرے گا اس چرواہے کی طرح جو اپنے جانور محفوظ سرکاری علاقے کے آس پاس بالکل قریب میں چراتا ہے تو اس کا قریبی خطرہ ہوتا ہے کہ وہ جانور اس محفوظ سرکاری علاقے میں داخل ہوکر چرنے لگیں (جو قابلِ سزا جرم ہ) اور معلوم ہونا چاہئے کہ ہر بادشاہ اور فرمانروا کا ایک حمی (محفوظ علاقہ) ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا وہ محفوظ علاقہ اس کے محارم (محرمات) ہیں، آدمی کو چاہئے کہ اس کے قریب نہ جائے یعنی مشتبہ چیزوں سے بھی پرہیز کرے۔

تجارت کیجئے

تجارت اگر اللہ کیلئے ہو یعنی اللہ کے احکامات کے مطابق ہو، اور تجارت کی وجہ سے اپنے فرائض کے ادا کرنے سے غافل نہ ہو، اور اس تجارت سے حاصل ہونے والے فائدہ سے خود کا بھی اور اہل وعیال کا بھی پیٹ بھرتا ہو اور پڑوسیوں، غریبوں، تنگ دستوں اور فقیروں کی ضرورت کو حتی الوسع پورا کرتا ہو اور جائز طریقہ سے کماتا ہو، سچائی اور امانت کا لحاظ رکھتا ہو، فراخ دلی سے لوگوں سے پیش آتا ہو اور جائز موقعوں پر اپنا مال خرچ کرتا ہو تو وہ بظاہر لوگوں کی نگاہ میں ایک دنیادار کہلایا جاسکتا ہے لیکن حقیقت میں یہ تو اعلیٰ درجہ کا ولی اور بزرگ ہے، یہی وجہ ہے کہ ایسے تاجر کے بارے میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

التاجر الصدوق الامین مع النبیین الصدیقین والشھداء (ترمذی)

کہ سچا اور امانت دار تاجر نبیوں صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔ اس کے برعکس اگر تاجر صرف اور صرف نفس کے آرام، خوشی، عزت، شہرت اور نفسانی خواہشات کی تکمیل کیلئے تجارت کرتا ہو اور ناجائز طریقوں سے تجارت کرتا ہو، جھوٹ، وعدہ خلافی، دھوکہ، اور خیانت جیسی برائیوں میں پھنس کر تجارت کو فروغ دینے کی کوشش کرتا ہو اور درشت مزاجی سنگ دلی اور تنگ ظرفی کا رویہ اختیار کرتا ہو اور صاحب نصاب ہونے کے باوجود

زکوۃ نہ دیتا ہو، اہل وعیال کا خرچ دینے کے بجائے ان پر سختی کرتا ہو، پڑوسیوں، رشتہ داروں اورغریبوں وغیرہ پر خرچ کرنے سے اپنا ہاتھ روک لیتا ہو، بے جا رسومات میں فضول خرچی کرتا ہوتو ایسے تاجروں کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا:

التجار یحشرون یوم القیمة فجارا الا من اتقی و بروصدق۔

تاجر لوگ قیامت کے دن فجارین کر اُٹھائے جائیں گے یعنی فاسق وفاجر اورگنہ گار جو اللہ کی معصیتوں کا ارتکاب کرنے والا ہے سوائے اس شخص کے جو تقویٰ اختیار کرے اور نیکی اورسچائی اختیار کرے۔

حضرت رافع بن خدیج ؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ حضرت کون سی کمائی زیادہ پاک اوراچھی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کا اپنے ہاتھ سے کوئی کام کرنا اور ہرتجارت جو پاکبازی کے ساتھ ہو۔(مسنداحمد)

یعنی اپنی محنت کی کمائی اورتجارت کی کمائی پاکیزہ اوراچھی ہوتی ہے اس لئے آدمی کو تجارت کرنا چاہئے، چاہے وہ تجارت چھوٹی ہو یا بڑی، شرط یہ ہے کہ تجارت اسلامی نقطۂ نظر سے پاک اورحلال ہو۔

زراعت کا ثواب

عن ابی هریرةؓ قال قال رسولاللله ﷺ مامن مومن یغرس غرسا اویزرع زرعا فیاکل منه طیر او انسان او بهیمة الا کان له صدقة (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جوکوئی صاحب ایمان بندہ درخت کا پودا لگائے تو وہ اس کے حق میں صدہ ہوگا۔

وہ کاشتکار جوصبح سویرے اُٹھ کر کھیتوں کی طرف جاتے ہیں اور وہ باغبان جوسورج کے طلوع ہوتے ہی اپنے باغوں کی طرف روانہ ہوجاتے ہیں اور دن بھر اپنی کھیتوں اور

درختوں میں مصروف رہتے ہیں اور ان کی کھیتیوں اور باغوں میں دانے اور پھل لگائے جاتے ہیں اور ان سے پرندے اور جانور اور پھر فصل کے بعد انسان کھاتے ہیں تو ان سب کا ثواب ان کاشتکاروں اور باغبانوں کو ملتا ہے اور یہ گویا ان کی طرف سے صدقہ ہے۔

نرمی اور احسان کا برتاؤ کیجئے

عام حالات میں تو ہمدردی، احسان، نرمی اور مروت مطلوب ہے ہی لیکن آپس کے معاملات میں ان کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے، معاشرتی تعلقات میں مضبوطی اور آپس میں تعاون وتناصر کے نقطۂ نظر سے نرمی اور فراخ دلی انتہائی ضروری ہے۔

حضور ﷺ نے صحابۂ کرامؓ کو گزشتہ اُمتوں میں سے کسی اُمت کے ایک شخص کا ایک واقعہ بتلایا تھا کہ ایک شخص کے پاس موت کا فرشتہ جب اس کی روح قبض کرنے آیا تو اس سے پوچھا کہ تو نے کوئی نیک کام کیا ہے؟ اس نے کہا مجھے یاد تو نہیں ہے کہ میں نے کوئی نیک کام کیا ہو اس سے پھر کہا گیا کہ اچھی طرح سوچ لے اس نے کہا کہ مجھے قطعاً یاد نہیں آرہا ہے ہاں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ میں دنیا میں جب لوگوں سے خرید وفروخت کے معاملات کیا کرتا تھا تو تقاضہ کے وقت یعنی مطالبات کی وصولی میں ان پر احسان اس طور پر کیا کرتا تھا کہ صاحب استطاعت لوگوں کو تو مہلت دیا کرتا تھا اور جو نادار اور غریب ہوتے ان کو معاف کر دیتا تھا، حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل سے خوش ہو کر اس کو جنت میں داخل کر دیا۔

یہ واقعہ کاروباری لوگوں کی دعوت دیتا ہے کہ وہ اپنے معاملات میں نرم رویہ اختیار کریں، تنگ ظرفی اور خشکی کے بجائے فراخ دلی اور ہمدردی کا معاملہ کیا کریں، یہ عین ممکن ہے کہ یہی عمل دخول جنت کا ذریعہ بن جائے جیسا کہ اس واقعہ سے ظاہر ہے۔

اسکے علاوہ حضرت جابرؓ نے حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ اللہ کی رحمت اس بندے پر جو بیچنے اور خریدنے میں اور اپنے حق کا تقاضا کرنے اور وصلو کرنے میں نرم اور فراخ دل ہو۔

معاملات میں نرمی اور فراخ دلی کے نتیجہ میں حضور ﷺ کی رحمت کی دعا کا مل جانا معمولی نعمت نہیں ہے، حضور ﷺ کی دعا کی قدر وہی جانتے ہیں جو اس کی حقیقت سے واقف ہوں۔

حرام کمائی سے پرہیز

جس طرح حلال مال کا کمانا فرض ہے اسی طرح حرام مال سے پرہیز کرنا بھی فرض ہے، یہ ایک فطری بات ہے کہ آدمی پاکیزہ چیزوں کو اپنے سے قریب رکھتا ہے اور ایسی چیزوں سے خود بھی قریب رہتا ہے اور اس کے برعکس ناپاک چیزوں کو اپنے سے دور کرتا ہے اور ناپاک چیزوں سے اپنے آپ کو دور رکھتا ہے بالکل اسی طرح حلال اور ناپاک چیزوں سے دور رہنے کی فکر کرنا چاہئے۔

قرآن مجیدمی یوں کہا گیا کہ:

یا ایها الذین آمنوا لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارة عن تراض منکم ولا تفتلوا انفسکم ان الله کان بکم رحیما (۲۹۔النساء)

اے ایمان والو! تم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طریقہ پر مت کھاؤ مگر یہ کہ (جائز طور پر ہو مثلاً) کوئی تجارت باہم رضامندی سے ہوتو مضائقہ نہیں اور تم ایک دوسرے کو قتل بھی مت کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر بڑے مہربان ہیں۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ وہ گوشت اور جسم جنت میں نہ جاسک گا جس کی نشو ونما حرام مال سے ہوئی ہو اور ہر ایسا گوشت اور جسم جو حرام مال سے پلا بڑھا ہے دوزخ اس کی زیادہ مستحق ہے۔ (احمد۔بیہقی)

اس حدیث کا مطلب تو واضح ہے کہ جو شخص حرام کمائی کی غذا سے پلا بڑھا ہوگا وہ جنت کے دالہ سے محروم رہے گا اور دوزخ ہی اس کا ٹھکانہ ہوگا، محدثین نے دوسرے

احادیث کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہاں یہ مطلب بھی بیان کیا ہے کہ ایسا آدمی حرام خوری کی سزا پائے بغیر جنت میں نہ جاسکے گا، ہاں اگر وہ مومن ہوگا تو حرام کا عذاب بھگتنے کے بعد جنت میں جاسکے گا اور اگر مرنے سے پہلے اس کی سچی توبہ نصیب ہوگئی یا اللہ نے اس پر رحم فرمادیا تو پھر عذاب کے بغیر بھی بخشا جاسکتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا کہ جس شخص نے دس درہم میں کوئی کپڑا خریدا اور ان می ں ایک درہم بھی حرام کا تھا تو جب تک وہ کپڑا اس کے جسم پر رہے گا اس کی کوئی نماز اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہ ہوگی یہ بیان کر کے حضرت ابن عمرؓ نے اپنی دو انگلیاں اپنے اپنے دونوں کانوں میں دے لیں اور فرمایا بہرے ہوجائیں میرے یہ دنوں کان اگر میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات فرماتے نہ سنا ہو یعنی میں نے جو کہا یہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے اپنے کانوں سے سنا ہے۔ (احمد۔ بیہقی)

سود

کسب حرام کی مختلف قدیم و جدید شکلیں وصورتیں ہیں جن میں ایک سود بھی ہے جس کو قرآن مجید میں ربوا کہا گیا، اہل عرب میں بھی یہ رواج تھا کہ ضرورت مند لوگ ان سے قرض لیتے اور طے ہوجاتا کہ یہ رقم وہ فلاں وقت تک اتنے اضافے کے ساتھ ادا کردیں گے پھر اگر مقررہ وقت پر قرض لینے والا ادا نہ کرسکتا تو مزید مہلت لیتا اس طرح غریب قرض داروں کا بوجھ بڑھتا رہتا اور سود خور اس طرح ان کا خون چوستے رہتے تھے، اسلام نے اس ظلم عظیم کو ربوا قرار دے کر حرام ٹھہرادیا اس لئے کہ اسلام غریبوں، تنگ دستوں اور کمزوروں کا خون چوسنے کی اجازت نہیں دیتا بلکہ ان کی مدد کرنے اور انہیں سہارا دینے کی ترغیب دیتا ہے، ظاہرہ کہ اسلام کی روح ہی یہی ہے کہ کمزوروں کا خیال رکھا جائے اور مالی اعتبار سے ان کی مدد کی جائے اسی لئے سود کو حرام کیا گیا تاکہ غریبوں پر ظلم نہ ہونے پائے۔

قرآن مجید نے تو یہ اعلان کر دیا کہ اللہ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے نیز حضور ﷺ نے سود کھانے والے، سود کھلانے والے اور سودی کاروبار لکھنے والے اور سودی معاملے کو دونوں گواہوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (مسلم)

اس حدیث سے ثابت ہوگیا کہ سودی کاروبار کتنا بڑا گناہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ﴿۲۷۵ اور ۲۷۶﴾ میں سود کھانے والوں کے برے انجام کو واضح انداز میں یوں بیان کیا ہے کہ جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قبروں سے ایسے اٹھیں گے جیسے بھوت نے چھوکر انہیں مخبوط الحواس بنا رکھا ہو ان کی یہ گت اس لئے ہوگی کہ وہ کہا کرتے تھے کہ تجارت اور سود ایک سے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو جائز اور سود کو حرام کہا ہے چنانچہ جس کے پاس یہ آیت خداوندی پہنچ گئی اور وہ اس سے باز رہا تو جو کچھ اسے پہلے وصول ہوا اسی کا ہے اور اس کا معاملہ خدا کے سپرد ہے اور جو لوگ پھر کریں گے تو یہی لوگ آگ کے لائق ہوں گے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اللہ سود کو ہمیشہ گھٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور خدا کو ناشکرے بدکار کسی طرح نہیں بھاتے۔

اسی طرح سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ﴿۲۷۸ اور ۲۷۹﴾ میں یوں کہا گیا کہ مسلمانو! تم اللہ سے ڈرتے رہو، اور بقایا سود کو چھوڑ دو اور اس کے رسول سے لڑائی کیلئے تیار ہو جاو اور اگر باز آو تو تمہارے اصل مال تم کو مل جائیں گے نہ ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم ہوگا۔

سود کھانے اور کھلانے والے ایک طرف لعنت کے مستحق ہو رہے ہیں تو دوسری طرف انہیں ان آیات اور احادیث کی روشنی میں یہ جان لینا چاہئے کہ جس بستی میں سود خوری اور زنا کاری کے جرائم نمودار ہوں گے اس بستی والوں میں غربت، ناداری اور وباؤں کا زور ہوگا، حکام ان پر ظلم وستم ڈھائیں گے، مال و دولت برباد ہوگی، برکتیں اُٹھ جائیں گی، اس لئے کہ یہ خدائی اعلان ہے کہ اللہ سود کو ہمیشہ گھٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس رات مجھے معراج

ہوئی میرا گزر ایک ایسے گروہ پر ہوا جن کے پیٹ گھروں کی طرح ہیں اور ان میں سانپ بھرے ہوئے ہیں جو باہر سے نظر آتے ہیں میں نے جبرائیلؑ سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں جو ایسے عذاب میں مبتلا ہیں انہوں نے فرمایا کہ یہ سودخور لوگ ہیں۔(مسند احمد وابن ماجہ)

بہرحال سودخوری بدترین طریقہ ہے جس سے آدمیت، انسانی شرافت اور اس کے اخلاق سب کچھ پامال ہوجاتے ہیں، بظاہر سود کی شکلیں، ہمدردی، غمخواری معلوم ہوتی ہیں لیکن اندر سے یہ ایسا کھوکھلا نظام ہے کہ اس کی بدانجامی کتنی خطرناک ہے تصور نہیں کیا جاسکتا۔

رشوت

جس طرح سودخوری حرام ہے اسی طرح رشوت لینا اور دینا دونوں حرام ہیں، سورۂ بقرہ کی آیت نمبر﴿۱۸۸﴾ میں اللہ تعالیٰ نے رشوت خوری سے یوں منع کیا ہے۔

اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے مت کھانا اور اس کو حکام تک نہ پہنچانا کہ ناحق لوگوں کے مال کا کچھ حصہ جان بوجھ کر کھا جاؤ۔

اور حضور ﷺ نے رشوت دینے والے پر اور رشوت لینے والے پر اور رشوت دلانے والے پر لعنت فرمائی ہے، حضور ﷺ کی لعنت کے دائرہ میں آنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی بددعا مل رہی ہے افسوس کہ لوگ بزرگان دین سے دعاوؤں کی درخواست کرتے ہیں اور ان کے اعمال ایسے ہوتے ہیں کہ حضور ﷺ کی بددعا کے مستحق ہوجاتے ہیں اور رسول اللہ کی زبان سے ایسے لوگوں پر لعنت کا لفظ نکلنا کوئی معمولی بات نہیں ہے یہ سمجھنے والوں کیلےء بہت بڑی وعید ہے۔

عدالتوں میں جھوٹی گواہی دینے کیلئے رشوت لینا اور دینا، بڑے اور چھوٹے عہدہ داروں سے مطلب نکالنے کے خاطر تحفہ تحائف کی شکل مس ی یا نقد روپیوں کی صورت میں معمول پیش کرنا کسی بڑے منصب اور عہدہ کو حاصل کرنے کی غرض سے کچھ دینا یا لینا یہ

سب رشوت کی تعریف میں آتے ہیں۔

اسی طرح کسی بڑے حاکم سے کسی عام آدمی کی سفارش کرنا اوراس سفارش کے بدلے کوئی تحفہ قبول کرنا بھی رشوت ہی میں داخل ہے۔

حضرت ابو امامہ باہلیؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے ارشادفرمایا جس نے کسی شخص کیلئے کوئی سفارش کی اوراس سفارش کے صلہ میں اسے کوئی تحفہ دیا گیا اور لینے والے نے تحفہ قبول کرلیا تو اس نے سود کے دروازوں میں سے ایک بڑے دروازے میں گھسنے کا ارتکاب کیا۔

حضرت مسروقؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے ایک شخص کی ظلم کی بابت ابن زیاد سے بات چیت کی جس کے نتیجہ میں ابن زیاد نے جو کچھ ظلما لیا تھا اس کو واپس کردیا جب حق دارکواس کی چیزمل گئی تو اس نے حضرت مسروقؒ کی خدمت میں ایک غلام بھیجا جو آپ کی خدمت کرسکے آپ نے اس کے تحفہ کوٹھکرادیا اور قبول نہ کیا اور فرمایا میں نے حضرت عبدالل بن مسعودؓ سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے۔

جس نے کسی مسلمان پر کئے گئےظلم وستم کو دفع کیا اوراس کا حق اس کولوٹا دیا پھر مظلوم نے اس کے صلہ میں کم یا زیادہ کچھ بطی اسے دیا تو وہ ''سحت'' ہوگا اس شص نے کہا ابوعبدالرحمٰن ہم تو سمجھتے تھے کہ فیصلہ کرانے میں رشوت دینا ہی سحت ہے، انہوں نے فرمایا نہیں وہ تو کفر ہےنعوذ باللہ اور ہم اللہ سے ہر بلا اور مصیبت کے مقابلہ میں خیر اور عافیت کی دعاء مانگے ہیں۔

چوری

حرام طریقہ سے مال حاصل کرنے کا ایک طریقہ چوری بھی ہے جوکسب حرام میں داخل ہے، دین اسلام حلال روزی حاصل کرنے میں محنت اورکوشش کرنے کاحکم دیتا ہے ،مومن ومسلمان جو دوسروں کیلئے امن وسلامتی کا پیامبر ہوتے ہیں انہیں یہ زیبانہیں دیتا

کہ کسی کے دل کو رنج اور تکلیف پہنچائیں، چور دوسروں پر یہ زیادتی کرتا ہے کہ ان کا مال چھین لیتا ہے جس کے حصول میں انہوں نے مشقت اٹھائی، خشکی، گرمی، سردی اور دن رات کو ایک کیا، نیز لوگوں کے دلوں میں چور کی ہیبت بیٹھ جاتی ہے، صبح شام دھن دولت کی فکر انہیں کھائے جاتی ہے اور اپنی جان کا کھٹکا بھی لگا رہتا ہے اس لئے کہ چور کبھی طاقت اور تدبیر استعمال کرتا ہے تو کبھی ہتھیار اٹھالیتا ہے جس کی وجہ سے بدامنی پھیل جاتی ہے۔

اسلام نے چور کیلئے ایسی سزا سنائی ہے جو سزا ہمیشہ کیلئے اس کے حق میں داغ ہوتی ہے، چوری کی نقد سزا قرآن مجید نے سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ﴿۳۸﴾ میں سنائی ہے کہ چور مرد ہو یا عورت ان کے داہنے ہاتھ ان کے اعمال کے بدلے میں کاٹ دیا کرو یہ سزا خدا کی طرف سے مقرر ہے اور اللہ بڑا زبردست اور حکمت والا ہے۔

ایسے فاجر و فاسق لوگ جو چوری کے عادی ہیں انہیں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی چاہئے اور اپنے اس جرم عظیم پر توبہ کرنا چاہئے اور جن کا مال اس نے چرایا ہے انہیں پورا پورا مال لوٹا دینا چاہئے اور اگر جس کا مال چرایا ہے وہ مرگیا ہو تو اس کے ورثاء کو مسروقہ مال دیدینا چاہئے، اور آئندہ کیلئے پختہ ارادہ کرلینا چاہئے کہ وہ ایسی ظالمانہ حرکت کبھی نہیں کرے گا۔

جوابازی

دوسروں کے مال کو ہڑپ کر لینے کا ایک ناجائز اور حرام طریقہ جوابازی بھی ہے جوا چاہے مستقلا کھیلا جائے چاہے اس کو کسی کھیل سے جوڑا جائے بہرصورت حرام ہے، جوا گناہ کبیرہ میں سے ہے جس کے بارے میں سورہ مائدہ کی آیت نمبر ﴿۹۰﴾ میں یوں کہا گیا۔

یا ایھا الذین امنوا انما الخیر و المیسر والا نصاب والا زلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون (۹۰۔ المائدہ)

اے ایمان والو! شراب خوری، جوے بازی، بت پرستی اور تیروں سے تقسیم کا طریقہ پلیدی اور شیطانی کام ہیں لہذا تم ان سے بچتے رہو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

جوابازی ایک ایسا گناہ ہے کہ اگر اس میں مصروف ہونے سے پہلے کوئی اپنی زبان سے کسی کو صرف جوے بازی کی دعوت بھی دیدے تو اس کو چاہئے کہ وہ بطور کفارہ صدقہ کردے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کوئی اپنے ساتھی سے کہے آؤ جوا کھیلیں اسے چاہئے کہ وہ صدقہ کرے۔

جوا شیطانی حرکت ہے اس شیطانی حرکت سے گریز و پرہیز کرنا ہر مسلمان کے ذمہ ہے، جوے بازی سے آپس میں بغض وعداوت اور دشمنی پیدا ہوتی ہے، ایسی مثالیں بکثرت دیکھنے کو ملتی ہیں کہ جوئے بازی کے بعد فریقین لڑنے جھگڑنے حتی کہ قتل وغارت گری پر آمادہ ہوجاتے ہیں۔

جوے بازی سے ایک امیر ترین شخص بھی منٹوں میں غربت کا شکار ہوجاتا ہے یہ ایسی لت ہے کہ جس سے سینکڑوں گھر ویران ہوجاتے ہیں، اسلحہ کے ایک مشہور کاروباری اور دنیا کا مالدارترین شخص عدنان خشوگی کا حال آپ نے اخبارات میں پڑھا ہوگا کہ جوے بازی کی وجہ سے اس کی دولت کا بیشتر حصہ تباہ ہورہا ہے، جوے بازی کا اثر جواری پر ہی نہیں پڑتا بلکہ اس کے اہل وعیال اور پورے خاندان پر پڑتا ہے، جواری عزت کی بلندیوں سے نکل کر ذلت کی وادیوں میں گرجاتا ہے۔اس کے مفاسدان گنت ہیں اللہ ہر مومن ومسلمان کو اس برائی سے محفوظ رکھے۔آمین۔

لین دین میں دھوکہ دہی

تجارت کے دوران مال تجارت کے عیوب کو چھپا کر کسی کو بیچنا اور جھوٹ بول کر کسی کو دھوکہ دینا اسلام میں حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔

تاجروں میں اور کاشتکاروں کو اپنی کاشتکاری میں کسی بھی معاملہ میں دھوکہ دہی کا معاملہ نہیں کرنا چاہئے بلکہ لین دین اور معاملات میں پوری صفائی اور صاف گوئی اختیار کرنا چاہئے اسی میں کاروبار میں ترقی اور آدمی کا وقار چھپا ہوا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر اناج کے ایک ڈھیر پر ہوا جب آپ ﷺ نے ڈھیر کے اندر اپنا دست مبارک داخل کیا تو انگلیاں گیلی ہوگئیں آپ نے اناج والے سے دریافت کیا یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اے اللہ کے رسول ! رات میں بارش ہوئی جس سے یہ گیلا ہوگیا آپ ﷺ نے فرمایا تم نے اندر کے اناج کو اوپر کیوں نہ کر دیا تا کہ لوگ دیکھ لیتے پھر فرمایا جس نے دھوکہ دیا ہم میں سے نہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا جس نے کوئی عیب دار چیز بیچی اور اس کو واضح نہیں کہا وہ مسلسل غضب الٰہی کی زد میں رہے گا اور فرشتے برابر اس پر لعنت کرتے رہیں گے۔

آج کل ترازو میں ڈنڈی مارنے کا رواج تو عام ہوگیا ہے حالانکہ ڈنڈی مارنے والوں کے لئے سخت وعید بیان کی گئی ہے، جو لوگ غریب مسلمانوں کا گاڑھے پسینہ کی کمائی کو ناجائز طریقہ سے دھوکہ وفریب ملاوٹ اور جعل سازی کے ذریعہ کماتے ہی انہیں اپنی اس حرکت سے باز آنا چاہئے اور توبہ کرنا چاہئے۔

سوال کرنا

جیسا کہ ہم نے کسب حلال کی فضیلت اور فرضیت کو قرآن مجید اور احادیث شریفہ کی روشنی میں ثابت کیا جس سے یہ ثابت ہوا کہ ایک مسلمان کو رزق کے حصول کیلئے کوشش کرنا فرض ہے، تندرست اور طاقتور ہونے کے باوجود محنت کرنے کے بجائے لوگں سے بھیک مانگنا درست نہیں ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے سوال کرنے کا دروازہ اپنے اوپر کھولا اللہ تعالیٰ محتاجی کے ستر دروازے اس پر کھول دیتا ہے، وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے عقل سلیم ،قلب قوی، طاقتور جسم اور صحت مند بدن عطا کیا ہو انہیں اپنی عقل اور طاقت سے کسب معاش کی تدبیریں اختیار کرنا چاہئے اگر وہ کسب معاش کے بجائے لوگوں کے سامنے اپنا ہاتھ پھیلاتے ہوں تو انہیں یہ جان لینا چاہئے کہ وہ اللہ کی دی ہوئی ان نعمتوں کی ناشکری

کررہے ہیں اور اللہ کا دستور ہے کہ اگر وہ اس کے بندے ناشکری کرتے ہیں تو پھر وہ نعمتیں چھین لیتے ہیں پھر محتاجی کے ستر دروازے کھل ہی جاتے ہیں سوال کرنے والا لوگوں سے سوال کر کے بے عزت اور ذلیل ہوجاتا ہے۔ ہاں اگر کوئی ایسا عذر ہوجائے کہ محنت نہیں کرسکتا اور ہاتھ پیر مارنہیں سکتا تو آخر شکل وصورت میں وہ لوگوں سے بقدر ضرورت سوال کرسکتا ہے سوال کرنے کو پیشہ بنالینا اور بینکوں میں خطیر رقم اکھٹی کرلینا اور صحت وقوت مل جانے کے باوجود بھیک مانگنے ہی میں پڑے رہنا درست نہیں ہے۔

کسب حلال پر اقوال سلف

(۱) دنیا کی کوئی چیز تمہارے پاس نہ ہو لیکن یہ چار چیزیں ہوں تو تمھیں کوئی نقصان نہیں، سچائی، امانت، اچھے اخلاق، حلال غذا

(۲) دین کی نعمت ہی سب سے بہتر نعمت ہے دوسرے نمبر پر حلال مال ہے (حضرت لقمانؑ)

(۳) اگر کسی میں دین کی نعمت، حلال مال، سخاوت اور حیا ہو تو وہ بزرگان حق میں سے ہوگا (حضرت لقمانؑ)

(۴) جب حلال وحرام جمع ہوں تو حرام غالب ہوتا ہے چاہے وہ تھوڑی ہی ہو (حضرت عمرؓ)

(۵) روپیہ پیسہ بچھو کے مانند ہے ان میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے ان کا منتر یاد کرلو ورنہ زہر سے ہلاک ہوجاؤ گے اور منتر یہ ہے کہ انہیں حلال طریقہ سے حاصل کرو اور حق طریقہ پر خرچ کرو (حضرت یحییٰ معاذ رازی)

(٦) فقر کی پہلی منزل کسب حلال ہے ایمان کا نور بھی حلال ہی سے پیدا ہوتا ہے (علامہ اقبالؒ)

(۷) ہم نے رزق کو زمین میں تلاش کیا مگر وہ آسمان میں ملا (حضرت حامد لفافؒ)

(۸) انسان کا دین غذا پر موقوف ہے اور آج کل جس گھر والوں کے دستر خوان پر حلال روٹی ہو وہ عجائبات میں سے ہے (حضرت سفیان ثوریؒ)

(۹) نجات تین باتوں پر ہے، راہ ہدایت، کامل تقویٰ، حلال خوراک (حضرت سری سقطیؒ)

(۱۰) اگر تو نماز روزہ کرتے کرتے اس ستون کی طرح ہو جائے تو بھی کچھ مفید نہ ہونگے جب تک تجھے اپنی غذا پر نظر نہ رہے (حضرت وہب بن وردؒ)

(۱۱) ہم تو حلال کے نو حصے چھوڑتے ہیں اس ڈر سے کہ کہیں حرام میں گرفتار نہ ہو جائیں (حضرت عمرؓ)

(۱۲) آدمی انسانیت میں اس وقت مکمل ہوتا ہے جب اس میں دو صفتیں ہوں اول لوگوں کے مال سے رکے دوم ان کی تکلیف کو برداشت کرے (حضرت ایوب سختیانیؒ)

کسب حرام پر اقوال سلف

(۱) یا اللہ اس کھانے کا اثر جو میری رگوں اور آنتوں میں سرایت کر گیا ہے اس پر مواخذہ نہ فرمائیے (حضرت ابوبکرؓ)

(۲) اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں فرماتے جس کے پیٹ میں حرام کھانا ہو (حضرت ابنِ عباسؓ)

(۳) حرام مال کا صدقہ دینا ناپاک کپڑے کو خون سے دھونے کے مترادف ہے (حضرت سفیان ثوریؒ)

(۴) جتنی چاہے نمازیں پڑھو اور روزے رکھو لیکن اس وقت تک فائدہ نہیں پا سکتے جب تک مال حرام سے پرہیز نہ کرو گے (حضرت امام غزالیؒ)

(۵) حرام روزگار اگرچہ تمہارے گھروں اور جیبوں کو بھر دے گا لیکن تمہارے دلوں سے ایمان خالی کر دے گا (حکیم بطلیموس)

(۶) جو گناہوں کو چھوڑتا ہے اس کا دل نرم ہوتا ہے اور جو شخص حرام کو چھوڑتا ہے تو اس کی قوت فکر میں صفائی اور روشنی پیدا ہوتی ہے (یکے از عارفین)

(۷) اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے بچ سب سے بڑا زاہد ہوگا (ایضاً)

محنت اور کوشش پر صحابہ کرام اور بزرگان دین کے اقوال

(۱) کسب کو چھوڑ کر مسجد میں نہ بیٹھو اور بغیر سبب اختیار کئے یہ مت کہو کہ اے اللہ مجھے رزق دے کیونکہ یہ خلاف سنت تمہیں معلوم ہے کہ آسمان سونا یا چاندی نہیں برساتا صحابۂ کرام خشکی اور دریا میں تجارت کیا کرتے تھے (حضرت عمرؓ)

(۲) تم میں نیک وہ ہے جو دین اور دنیا دونوں کا کام کرے (حضرت حذیفہؓ)

(۳) جو شخص اپنی معاش کیلئے کوشش کرتا ہے وہ مسجد میں بیٹھنے والے سے بہتر ہے (ابوقلابہؒ)

(۴) یہ خوبی نہیں ہے کہ تم اپنے پاؤں کو عبادت کیلئے باندھ رکھو اور دوسرا تمہارے خاطر مصیبت اُٹھائے بلکہ خوبی یہ ہے کہ اپنی روٹی کو پہلے گھر میں جمع کرو اور پھر نماز پڑھو اور اس کے بعد پرواہ مت کرو کہ کون دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اور اگر پاس میں کھانے کو نہ ہوگا تو جو کوئی دروازہ کھٹکھٹائے گا دل میں یہی خیال آئے گا کہ کچھ کھانے کی چیز لایا ہوگا (ابوسلیمان دارانیؒ)

(۵) کسب کرو کیونکہ اکثر لوگ جو امراء کے دروازوں پر جاتے ہیں ضرورت ہی کی وجہ سے جاتے ہیں (حضرت ابوسفیان ثوریؒ)

(۶) کسی نے حسن بصریؒ سے ایک شخص کی نسبت سوال کیا جو کسب کا محتاج تھا کہ اگر وہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے جائے تو اس دن سوال کی حاجت ہوگی آپ نے فرمایا وہ مزدوری کرے اور نماز تنہا پڑھ لے۔

(۷) تم بازاروں میں صنعت اور تجارت لازمی طور پر کرو کیونکہ تم اس وقت تک اپنے دوستوں کے نزدیک باعزت رہو گے جب تم ان کے محتاج نہ ہوگے۔

(۸) اس شخص میں خیر نہیں ہے جو اس قدر دنیا حاصل نہ کرے جس سے اپنے دین و جسم کی حفاظت کر سے اور نہ اپنے اعزہ کے ساتھ صلہ رحمی کر سکے۔ (حضرت سعید بن المسیبؒ)

(۹) بلند ہمتی ایمان کی علامت ہے (ارشاد رسول ﷺ)

(۱۰) اپنی محنت کی کمائی سے بہتر کھانا کسی شخص نے کبھی نہیں کھایا (ایضاً)

(۱۱) مانگو تو دیا جائے گا ڈھونڈو تو پاؤ گے دروازہ کھٹکھٹاؤ تو تمہارے واسطے کھولا جائے گا۔ (حضرت عیسیٰؑ)

(۱۲) کام نہ کرنا محتاجی لاتا ہے اور محتاجی دین کو تنگ، عقل کو ضعیف اور مروت کو زائل کر دیتی ہے (حضرت لقمانؑ)

(۱۳) عمل کی قوت یہ ہے کہ آج کے کام کل پر اُٹھا کر نہ رکھے جائیں۔ (حضرت عمرؓ)

(۱۴) حقیر سے حقیر پیشہ ہاتھ پھیلانے سے بہتر ہے (حضرت عثمانؓ)

(۱۵) اپنی طاقت سے بڑھ کر اپنے آپ پر بوجھ نہ ڈالوں ایسا نہ ہو کہ اس طرح ہمت ہار بیٹھو (حضرت علیؓ)

(۱۶) ہر اچھا کام پہلے ناممکن ہوتا ہے (حضرت سلمان فارسیؓ)

(۱۷) اگر جدوجہد کرتے ہوئے کامیابی کو صرف خدا کے حوالے کرو گے تو لوگوں سے بے پرواہ ہو جاؤ گے اور یہی حقیقی استغناء ہے (حضرت اویس قرنیؒ)

(۱۸) شروع کرنا تیرا کام ہے اور تکمیل کرنا اللہ کا کام لک (حضرت داتا گنج جیلانیؒ)

(۱۹) کاہل فقر، غافل امیر اور جاہل درویش کی صحبت سے بچو (حضرت جلال الدین رومیؒ)

(۲۰) اگر کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہو تو مسلسل محنت کرتے رہو (حضرت شیخ سعدیؒ)

(۲۱) آہستہ آہستہ لیکن مسلسل چلنا کامیابی کی ضمانت ہے (حضرت شیخ سعدیؒ)

(۲۲) کام کرنے والوں کیلئے ہر موسم برابر ہے اور کاہل کیلئے ہر موسم مانع بن جاتا ہے (حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ)

محنت، کوشش اور ہمت سے متعلق مفکرین کے اقوال

(۱) میرا نسب نہ پوچھ میری تلوار خود میرے خون سے تجھے آگاہ کردے گی (فردوسی)

(۲) میں آپ کو مصروف عمل ہونے کی تاکید کرتا ہوں کام، کام اور صرف کام (محمد علی جناح

(۳) ہمیں ناامیدی، مایوس اور پست ہمت نہیں ہونا چاہئے (محمد علی جناح)

(۴) محنت کرو کام کرو اور دیانت اور خلوص کے دامن کو مضبوطی سے تھام لو۔

(۵) اے نوجوانو! خدمت ہمت اور برداشت کے سچے جذبات کا اظہار کرو اور ایسی شریفانہ اور بلند مثالیں قائم کرو کہ آپ کے ہم عصر اور آنے والی نسلیں آپ کی پیروی کریں (محمد علی جناح)

(۶) مقصد واحد کی لگن والا آدمی ہی سیاسی اور معاشرتی انقلابات پیدا کرسکتا ہے، سلطنتیں قائم کرسکتا ہے اور دنیا کو آئین عطا کرسکتا ہے (علامہ اقبال)

(۷) کام میری نگاہ، میں ایسا ہی مقدس ہے جیسے عبادت (ایضاً)

(۸) مخالف قوتوں سے ہرگز نہ ڈروان سے جدوجہد جاری رکھو کیونکہ جدوجہد میں زندگی کا راز مصمر ہے (ایضاً)

(۹) جس چیز کی ضرورت نہیں اس کی جستجو مت کرو (سقراط)

(۱۰) عمر کوتاہ اور کارہائے دراز، عاقل وہ ہے کہ عمر کو ضروری کاموں میں صرف کرے۔ (افلاطون)

(۱۱) مصیبتیں اور دکھ ہمیں کم ہمتی کی وجہ سے خوفناک نظر آتے ہیں (ارسطو)

(۱۲) کارہائے گزشتہ پر افسوس نہ کرو ورنہ تمہیں اور افسوس کا سامنا کرنا پڑے گا (ایضاً)

(۱۳) ترقی کے منازل طے کرنے میں دیر لگتی ہے جبکہ پستی میں گرتے دیر نہیں لگتی، جیسے ایک پتھر نیچے کو تیز آتا ہے (ارسطو)

(۱۴) زندگی بغیر محنت کے مصیبت ہے اور بغیر عقل کے حیوانیت ہے (حکم بطیموس)

(۱۵) بلند ارادے سے سوائے خداوندی اور رسالت کے ہر چیز حاصل ہوجاتی ہے (ایضاً)

(۱۶) بے کاری اور سستی انسان کو ہلاک کردیتے ہیں (کنفیوشس)

(۱۷) جفاکش اور محنتی کبھی بھی بھوکا نہیں رہتا (زرتشت)

(۱۸) عقلمند انسان کبھی بھی بیٹھ کر اپنے تکالیف پر رونے کے بجائے تالیف کے تدارک میں بخوشی مصروف ہوجاتا ہے۔(ولیم شیکسپیر)

(۱۹) کسی چیز کے حصول کیلئے کبھی بھی ہمت نہ ہارو، بلکہ لگاتار ناکامیوں کے بعد بھی کوشش جاری رکھو آخر کار کامیابی تمہارے قدم چومے گی (راجر بیکن)

(۲۰) دس میں سے نو برائیاں اور تکالیف صرف سستی سے پیدا ہوتی ہیں (ایضاً)

(۲۱) بے کار مت بیٹھو اس سے زندگی کی مشکلات بڑھتی ہیں (والٹیر)

(۲۲) محنت سے آپ تین چیزوں سے بچے رہتے ہیں بے لطفی، بدی، دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلانا (والٹیر)

(۲۳) مصیبت کا بوجھ خوش اسلوبی سے اٹھانے والا ہی سب سے بہتر کام کرسکتا ہے(جان ملٹن)

(۲۴) زندگی میں کامیابی کی شرط حلیم صابر اور محنت کش ہونا ہے(ہربرٹ سپز)

(۲۵) جو کام تم خود کرسکتے ہو اس کیلئے دوسروں سے درخواست مت کرو(ہربرٹ سپر)

(۲۶) بے کار لوگوں کے دل شیطان کا کارخانہ بن جاتے ہیں (ایضاً)

(۲۷) جو آدمی ارادہ کرے اس کیلئے کچھ بھی ناممکن نہیں ہے(ایمرسن)

(۲۸) دولت صرف محنت کفایت شعاری اور ذہانت سے حاصل ہوتی ہے

(۲۹) محنتی کے سامنے پہاڑ کنکر اور کاہل کے سامنے کنکر بھی پہاڑ ہے

(۳۰) انسان کو سب سے زیادہ جو چیز متحرک کرتی ہے وہ یہ ہے کہ اس کے سامنے کوئی بڑا مقصد آجائے بڑا مقصد آدمی کی اندرونی صلاحیتوں کو جگاتا ہے وہ اادمی کو ہر قسم کی قربانیوں پر آمادہ کرتا ہے وہ ایک عام آدمی کو چوٹی کا آدمی بنادیتا ہے۔(ایک مفکر)

(۳۱) طاقتور مشین وہ چیز ہے جو آدمی کے اندر کوشش کا جذبہ ابھارتا ہے اور اس کو خصوصی کامیابی کے درجہ تک پہنچادیتا ہے(ایک مفکر)

❀ ❀ ❀ ❀ ❀